جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع

"مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم" میں اسلامی تحریک کی جو تشریح اور اس کے لئے کام کرنے والی ایک جماعت کی جو ضرورت ظاہر کی گئی تھی اور اس جماعت کی تشکیل کا جو نقشہ پیش کیا گیا تھا اُس کے متعلق "ترجمان القرآن" کی اشاعت صفر ۱۳۶۰ھ میں عامۃ الناس کو دعوت دی گئی کہ جو لوگ اس نظریہ کو قبول کر کے اس طرز پر عمل کرنا چاہتے ہوں وہ دفتر کو مطلع کریں۔ یہ پرچہ چھپنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد اطلاعات آنی شروع ہو گئیں اور معلوم ہوا کہ ملک میں ایسے آدمیوں کی ایک خاصی تعداد موجود ہے جو "جماعت اسلامی" کی تشکیل اور اُسکے قیام اور بقا کے لئے جد و جہد کرنے پر آمادہ ہیں۔ چنانچہ یہ طے کر لیا گیا کہ ان تمام حضرات کو ایک جگہ اکٹھا کر کے ایک جماعتی تشکل بنالی جائے اور پھر اسلامی تحریک کو باقاعدہ اٹھانے کی تدابیر سوچی جائیں۔ اس غرض کے لئے یکم شعبان ۱۳۶۰ھ (۲۵ اگست ۱۹۴۱ء) اجتماع کی تاریخ مقرر ہوئی اور جن لوگوں نے جماعت اسلامی میں شامل ہونے کا ارادہ ظاہر کیا تھا ان سب کو ہدایت کر دی گئی کہ جہاں مقامی جماعتیں بن گئی ہیں وہاں سے صرف منتخب نمائندے آئیں اور جہاں لوگ ابھی انفرادی صورت میں ہیں وہاں سے حتی الامکان ہر شخص آجائے۔

۲۸ رجب سے ہی لوگ آنے شروع ہو گئے اور یکم شعبان تک تقریباً ساٹھ آدمی آچکے تھے۔ باقی کچھ لوگ بعد میں آئے۔ شرکائے اجتماع کی کل تعداد ۷۵ تھی۔

کارروائی

یکم شعبان ۱۳۶۰ھ۔ آنے والوں کا انتظار تھا نیز بعض دوسری وجہ سے بھی باقاعدہ اجتماع نہ ہو سکا البتہ چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنا کر لوگ بیٹھ گئے تھے۔ صبح سے شام تک جماعت اور تحریک کے متعلق

بے ضابطہ تبادلہ خیالات کا سلسلہ جاری رہا۔ شام کو دیر تک لوگ دفتر ترجمان القرآن کے صحن میں بیٹھے رہے۔ قریب قریب ہر شخص سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی طرف متوجہ تھا۔ لوگ مختلف قسم کے مسائل پیش کرتے اور مودودی صاحب انہیں حل کرتے رہے۔ عشاء کے بعد لوگ منتشر ہوئے اور اپنی اپنی قیام گاہوں میں چلے گئے۔

۲ شعبان ساڑھے آٹھ بجے صبح دفتر کے ایوان میں پہلا اجتماع ہوا۔ سب لوگ فرش پر بیٹھے تھے۔ مودودی صاحب ضرورۃً حاضرین کی اجازت سے کرسی پر بیٹھے اور اس کارروائی شروع کرنے سے قبل آپ نے ایک نہایت اہم اور طویل خطبہ دیا جس کے دوران میں موجودہ اسلامی تحریک کی تاریخ پر بہت ضروری اور مفید روشنی ڈالی۔ آپ نے بتایا کہ ایک وقت تھا کہ میں خود روایتی اور نسلی مذہبیت کا قائل اور اس پر عمل پیرا تھا۔ جب ہوش آیا تو محسوس ہوا کہ اس طرح محض ما الفینا علیہ آباءنا کی پیروی ایک بے معنی چیز ہے۔ آخر کار آپ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اسلام کو از سرِ نو سمجھا اور اس پر ایمان لائے۔ پھر آہستہ آہستہ اسلام کے مجموعی اور تفصیلی نظام کو سمجھنے اور معلوم کرنے کی کوشش کی۔ جب اللہ تعالیٰ نے قلب کو اس طرف سے مطمئن کر دیا تو جس حق پر خود ایمان لائے تھے اس کی طرف دوسروں کو دعوت دینے کا سلسلہ شروع کیا اور اس مقصد کیلئے "ترجمان القرآن" جاری کیا۔ ابتدائی چند سال الجھنوں کو صاف کرنے اور دین کا ایک واضح تصور پیش کرنے میں صرف ہوئے۔ اس کے بعد دین کو ایک تحریک کی شکل میں جاری کرنے کے لئے پیش قدمی شروع کی۔ ادارۂ دارالاسلام کا قیام اس سلسلہ کا پہلا قدم تھا۔ ۵۷ھ (۱۹۳۸ء) میں یہ قدم اٹھایا گیا اور اس وقت صرف چار آدمی رفیقِ کار تھے۔ اس چھوٹی سی ابتدا کو اس وقت بہت حقیر سمجھا گیا۔ مگر الحمدللہ کہ ہم بددل نہ ہوئے اور اسلامی تحریک کی طرف دعوت دیتے اور اس تحریک کے لئے ذہنی حیثیت سے ذہن ہموار کرنے کا کام لگاتار کرتے چلے گئے۔ اس دوران میں ایک ایک دو دو کر کے رفقاء کی تعداد بڑھتی رہی، ملک کے مختلف حصوں میں ہم خیال لوگوں کے چھوٹے چھوٹے حلقے بھی بنتے رہے، اور ہمارے لٹریچر کے ساتھ زبانی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ بھی چلتا رہا۔ آخر کار تحریک کے اثرات کا گہرا جائزہ لینے کے بعد محسوس ہوا کہ اب جماعت اسلامی کی تاسیس اور تحریک اسلامی کو منظم طور پر اٹھانے کے لئے زمین تیار ہو چکی ہے اور یہ وقت دوسرا قدم اٹھانے کے لئے موزوں ترین وقت ہے چنانچہ

اسی بنیاد پر یہ اجتماع منعقد کیا گیا ہے۔

اس تاریخی تبصرے کے بعد مودودی صاحب نے بیان کیا کہ مسلمانوں میں عموماً جو تحریکیں اُٹھتی رہی ہیں اور جو اب چل رہی ہیں پہلے اُن کے اور اس تحریک کے اصولی فرق کو ذہن نشین کر لینا چاہیے:۔

اولاً اُن میں یا تو اسلام کے کسی جزو کو یا مسلمانوں کے دنیوی مقاصد میں سے کسی مقصد کو لے کر بنائے تحریک بنایا گیا ہے لیکن ہم عین اسلام اور اصل اسلام کو لے کر اُٹھ رہے ہیں، اور پورا کا پورا اسلام ہی ہماری تحریک ہے

ثانیاً ان میں جماعتی تنظیم دنیا کی مختلف انجمنوں اور پارٹیوں کے ڈھنگ پر کی گئی ہے۔ مگر ہم ٹھیک وہی نظام جماعت اختیار کر رہے ہیں جو شروع میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ جماعت کا تھا۔

ثالثاً اُن میں ہر قسم کے آدمی اس مفروضہ پر بھرتی کر لیے گئے ہیں کہ جب یہ مسلمان قوم میں پیدا ہوئے ہیں تو "مسلمان" ہی ہوں گے، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ارکان سے لے کر کارکنوں اور لیڈروں تک بکثرت ایسے آدمی ان جماعتوں کے نظام میں گھس گئے جو اپنی سیرت کے اعتبار سے ناقابل اعتماد تھے اور کسی بار امانت کو سنبھالنے کے لائق نہ تھے۔ لیکن ہم کسی شخص کو اس مفروضہ پر نہیں لیتے کہ وہ "مسلمان" ہوگا" بلکہ جب وہ کلمہ طیبہ کے معنی و مفہوم اور مقتضیات کو جان کر اُس پر ایمان لانے کا اقرار کرتا ہے تب اُسے جماعت میں لیتے ہیں، اور جماعت میں آنے کے بعد اُس کے جماعت میں رہنے کے لیے اس بات کو شرط لازم قرار دیتے ہیں کہ اسلام میں جو کم سے کم مقتضیات ایمان ہیں اُن کو وہ پورا کرے۔ اس طرح ان شاء اللہ مسلمان قوم میں سے صرف صالح عنصر ہی چھٹ کر جماعت میں آئے گا، اور جو جو صالح بنتا جائے گا اس جماعت میں داخل ہوتا جائے گا۔

رابعاً ان تحریکوں کی نظر ہندستان تک اور ہندستان میں بھی صرف مسلم قوم تک محدود رہی ہے۔ کسی نے وسعت اختیار کی تو زیادہ سے زیادہ بس اتنی کہ دنیا کے مسلمانوں تک نظر پھیلا دی، مگر بہر حال یہ تحریکیں صرف اُن لوگوں تک محدود رہیں جو پہلے سے "مسلم قوم" میں شامل ہیں، اور اُن کی دلچسپیاں بھی اُنہی مسائل تک محدود رہیں جن کا تعلق مسلمانوں سے ہے۔ اُن کے کاموں میں کوئی چیز ایسی شامل نہیں رہی ہے جو غیر مسلموں کو اپیل کرنے والی

ہو بلکہ بالفعل اُن میں سے اکثر کی سرگرمیاں غیر مسلموں کے اسلام کی طرف آنے میں الٹی سدّراہ بن گئی ہیں لیکن ہمارے لئے چونکہ خود اسلام ہی تحریک ہے اور اسلام کی دعوت تمام دنیا کے انسانوں کے لئے ہے، لہٰذا ہماری نظر کسی خاص قوم یا کسی خاص ملک کے مخصوص وقتی مسائل میں الجھی ہوئی نہیں ہے بلکہ پوری نوع انسانی اور سارے کرۂ زمین پر وسیع ہے، تمام انسانوں کے مسائل زندگی ہمارے مسائل زندگی ہیں اور اللہ کی کتاب اور اُس کے رسول کی سنت سے ہم ان مسائل زندگی کا وہ حل پیش کرتے ہیں جس میں سب کی فلاح اور سب کے لئے سعادت ہے۔ اس طرح ہماری جماعت میں نہ صرف پیدائشی مسلمانوں کا صالح عنصر کھنچ کر آئے گا بلکہ نسلی غیر مسلموں میں بھی جو سعید روحیں موجود ہیں وہ اس میں شامل ہوتی چلی جائیں گی۔

اس توضیح کے بعد مودودی صاحب نے فرمایا کہ یہی خصوصیات ہیں جن کی بناء پر ہم اپنی اس جماعت کو "اسلامی جماعت" اور اس تحریک کو اسلامی تحریک کہتے ہیں، کیونکہ جب اس کا عقیدہ، نصب العین، نظام جماعت اور طریق کار بلا کسی کمی و بیشی کے وہی ہے جو اسلام کا ہمیشہ رہا ہے تو اس کے لئے اسلامی جماعت کے سوا کوئی دوسرا نام نہیں ہو سکتا اور جب یہ عین اسلام کے نصب العین کی طرف اسلامی طریق ہی پر حرکت کرتی ہے تو اس کی تحریک اسلامی تحریک کے سوا کچھ نہیں ہے۔ مگر زمانہ نبوت کے بعد جب کبھی ایسی کوئی تحریک دنیا میں اُٹھی ہے، اُس کو دو زبردست اندرونی خطرے پیش آئے ہیں:۔

ایک یہ کہ ایسی جماعت بننے اور ایسی تحریک لیکر اٹھنے کے بعد بہت جلدی لوگ اس غلط فہمی میں پڑ گئے ہیں کہ اُن کی جماعت کی حیثیت وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں اسلامی جماعت کی تھی، بالفاظ دیگر یہ کہ جو اس جماعت میں نہیں وہ مومن نہیں ہے اور من شذ شذ فی النار۔ یہ چیز بہت جلدی اس جماعت کو مسلمانوں کا ایک فرقہ بنا کر رکھ دیتی ہے اور پھر اس کا سارا وقت اصل کام کرنے کے بجائے دوسرے مسلمانوں سے الجھنے اور مناظرے کرنے میں کھپ جاتا ہے۔

دوسرے یہ کہ ایسی جماعتیں جس کو اپنا امیر یا امام تسلیم کرتی ہیں اُس کے متعلق اُن کو یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ

اُس کی وہی حیثیت ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین کی تھی، یعنی جس کی گردن میں اس امام کی بیعت کا قلادہ نہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، اور اس غلط فہمی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آخر کار اُن کی ساری تگ و دو بس اپنے امیر یا امام کی امارت و امامت منوانے پر مرکوز ہو جاتی ہے۔

مودودی صاحب نے کہا کہ ہم کو ان دونوں خطرات سے بچ کر چلنا ہے۔ خوب سمجھ لیجئے کہ ہماری حیثیت بعینہ اُس جماعت کی سی نہیں ہے جو ابتداءً نبی کی قیادت میں بنتی ہے، بلکہ ہماری صحیح حیثیت اُس جماعت کی ہے جو اصل نظام جماعت کے درہم برہم ہو جانے کے بعد اُس کو تازہ کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ نبی کی قیادت میں جو جماعت بنتی ہے وہ تمام دنیا میں ایک ہی اسلامی جماعت ہوتی ہے اور اُس کے دائرے سے باہر صرف کفر ہی ہوتا ہے مگر بعد میں اُس نظام اور کام کو تازہ کرنے کے لئے جو لوگ اٹھیں، ضروری نہیں کہ ان سب کی بھی ایک ہی جماعت ہو۔ ایسی جماعتیں بیک وقت بہت سی ہو سکتی ہیں، اور ان میں سے کسی کو بھی یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ بس ہم ہی اسلامی جماعت ہیں اور ہمارا امیر ہی امیر المومنین ہے۔ اس معاملہ میں تمام اُن لوگوں کو جو ہماری جماعت میں شامل ہوں غلو سے سخت پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ بہرحال ہم کو مسلمانوں میں ایک "فرقہ" بننا نہیں ہے۔ خدا ہمیں اس سے بچائے کہ ہم اُس کے دین کے لئے کچھ کام کرنے کے بجائے مزید خرابیاں پیدا کرنے کے موجب بن جائیں۔

اس کے بعد مودودی صاحب نے فرمایا کہ جماعت اسلامی کے لئے دنیا میں کرنے کا جو کام ہے اس کا کوئی محدود تصور اپنے ذہن میں قائم نہ کیجئے۔ دراصل اس کے لئے کام کا کوئی ایک ہی میدان نہیں ہے، بلکہ پوری انسانی زندگی اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ اس کے دائرۂ عمل میں آتی ہے۔ اسلام تمام انسانوں کے لئے ہے، اور ہر چیز جس کا انسان سے کوئی تعلق ہے اس کا اسلام سے بھی تعلق ہے لہٰذا اسلامی تحریک ایک ہمہ گیر نوعیت کی تحریک ہے، اور یہ خیال کرنا غلط ہے کہ اس تحریک میں کام کرنے کیلئے صرف خاص قابلیتوں اور خاص علمی معیار کے آدمیوں ہی کی ضرورت ہے نہیں یہاں ہر انسان کے لئے کام موجود ہے کوئی انسان بیکار نہیں ہے۔ ہر شخص جو قابلیت بھی رکھتا ہو، اس کے لحاظ سے وہ اسلام کی خدمت میں اپنا حصہ ادا کر سکتا ہے۔ عورت، مرد، بوڑھا، جوان، دیہاتی، شہری، کسان، مزدور، تاجر، ملازم،

مقرر، محرر، ادیب، آن پڑھ اور فاضل اجل، سب یکساں کارآمد اور یکساں مفید ہو سکتے ہیں بشرطیکہ وہ جان بوجھ کر اسلام کے عقیدے کو اختیار کر لیں، اس کے مطابق عمل کرنے کا فیصلہ کر لیں، اور اُس مقصد کو جسے اسلام نے مسلمان کا نصب العین قرار دیا ہے اپنی زندگی کا مقصد بنا کر کام کرنے پر تیار ہو جائیں۔ البتہ یہ بات ہر اُس شخص کو جو جماعت اسلامی میں آئے، اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ جو کام اس جماعت کے پیش نظر ہے وہ کوئی ہلکا اور آسان کام نہیں ہے۔ اسے دنیا کے پورے نظام زندگی کو بدلنا ہے۔ سارے دنیا کے اخلاق، سیاست، تمدن، معیشت، معاشرت، ہر چیز کو بدل ڈالنا ہے، دنیا میں جو نظام حیات خدا سے بغاوت پر قائم ہے اُسے بدل کر خدا کی اطاعت پر قائم کرنا ہے، اور اس کام میں تمام شیطانی طاقتوں سے اس کی جنگ ہے۔ اس کو اگر کوئی ہلکا کام سمجھ کر آئے گا تو بہت جلدی مشکلات کے پہاڑ اپنے سامنے کھڑے دیکھ کر اُس کی ہمت ٹوٹ جائے گی۔ اس لئے ہر شخص کو قدم آگے بڑھانے سے پہلے خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ کس خارزار میں قدم رکھ رہا ہے۔ یہ وہ راستہ نہیں ہے جس میں آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹ جانا دونوں یکساں ہوں۔ نہیں، یہاں پیچھے ہٹنے کے معنی ارتداد کے ہیں، خدا کی طرف سے پیٹھ موڑنے کے ہیں، لہٰذا جو قدم بڑھاؤ اس عزم کے ساتھ بڑھاؤ کہ اب یہ قدم پیچھے نہیں پڑے گا۔ جو شخص اپنے اندر ذرا بھی کمزوری محسوس کرتا ہو بہتر ہے کہ وہ اسی وقت رک جائے۔

آخر میں مودودی صاحب نے فرمایا کہ اس اجتماع کے انعقاد کی غرض یہ ہے کہ جو لوگ اسلامی عقیدہ کو جان بوجھ کر قبول کریں اور اس کے نصب العین کے لئے کام کرنے پر تیار ہوں، وہ اپنی انفرادی حیثیت کو ختم کر کے اللہ اور رسول کی ہدایت کے مطابق ایک جماعت بن جائیں، اور باہمی مشورہ سے جماعتی طریق پر آئندہ کام کرنے کیلئے ایک نظام بنالیں۔ میرا کام آپ کو ایک جماعت بنا دینے کے بعد پورا ہو جاتا ہے۔ میں صرف ایک داعی تھا، بھولا ہوا سبق یاد دلانے کی کوشش کر رہا تھا، اور میری تمام مساعی کی غایت یہ تھی کہ ایسا ایک نظام جماعت بن جائے۔ جماعت بن جانے کے بعد میں آپ ہی کا ایک فرد ہوں گا۔ اب جماعت کا کام ہے کہ اپنے میں سے کسی اہل تر آدمی کو اپنا امیر منتخب کرے، اور پھر یہ اُس امیر کا کام ہے کہ آئندہ اس تحریک کو چلانے کیلئے اپنی صوابدید کے مطابق ایک پروگرام بنائے اور اُسے عمل میں لائے۔ میرے متعلق کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہئے کہ جب دعوت میں نے دی ہے تو آئندہ اس تحریک کی رہنمائی کو بھی میں اپنا ہی حق سمجھتا ہوں۔ ہرگز نہیں، نہ میں

اسکا خواہشمند ہوں، نہ اس نظریہ کا قائل ہوں کہ داعی کو ہی آخر کار لیڈر بھی ہونا چاہئے، نہ مجھے اپنے متعلق یہ گمان ہے کہ اس عظیم الشان تحریک کا لیڈر بننے کی اہلیت مجھ میں ہے، اور نہ اس کام کی بھاری ذمہ داریوں کو دیکھتے ہوئے کوئی صاحب عقل آدمی یہ حماقت کر سکتا ہے کہ اس بوجھ کے اپنے کندھوں پر لادے جانے کی خود تمنا کرے۔ درحقیقت میری غایت تمنا اگر کچھ ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ ایک صحیح اسلامی نظام جماعت موجود ہو اور میں اس میں شامل ہوں۔ اسلامی نظام جماعت کے ماتحت ایک چپراسی کی خدمت انجام دینا بھی میرے نزدیک اس سے زیادہ قابل فخر ہے کہ کسی غیر اسلامی نظام میں صدارت اور وزارت عظمیٰ کا منصب مجھے حاصل ہو۔ لہذا اس مفروضہ پر نہ چلیے کہ جس طرح تشکیل جماعت سے پہلے سارے کام میں اپنی ذمہ داری پر چلاتا رہا ہوں، اُسی طرح تشکیل جماعت کے بعد بھی میں ہی آپ سے آپ امارت کا کام اپنے ہاتھ میں لے لوں گا یا لینا چاہوں گا۔ جماعت بن جانے کے بعد میری اب تک کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ آئندہ کے کام کی پوری ذمہ داری جماعت کی طرف منتقل ہوئی جاتی ہے اور جماعت اپنی طرف سے اس ذمہ داری کو جس کے بھی سپرد کرنے کا فیصلہ کرے اُس کی اطاعت اور خیر خواہی اور اُس کے ساتھ تعاون کرنا ہر فرد جماعت کی طرح میرا بھی فرض ہو گا۔

اس تمہیدی تقریر کے بعد آپنے دستور جماعت اسلامی کا مسودہ پڑھنا شروع کیا۔ اس مسودہ کی کچھ کاپیاں پہلے ہی طبع کرالی گئی تھیں اور تمام آنے والوں کو اجتماع سے ایک یا دو روز قبل دیدی گئی تھیں تا کہ وہ اس پر اچھی طرح غور کرلیں۔ اجتماع عام میں اُس کے متعلق ہر شخص کو اظہار رائے کا پورا پورا موقع دیا گیا۔ اُس کا ایک ایک لفظ پڑھا گیا اور اس پر بحث ہوئی۔ قریب قریب مغرب کے وقت جاکے یہ جلسہ ختم ہوا اور درمیان میں صرف دوپہر کے کھانے اور ظہر عصر کی نمازوں کیلئے جلسہ ملتوی کیا گیا تھا۔ بہر حال شام کے آتے آتے ہر ضروری مسئلہ زیر بحث آکے طے ہو چکا تھا۔ دستور بعض ترمیمات اور اضافوں کے ساتھ پورا کا پورا باتفاق کلی پاس ہو گیا۔

اس کے بعد سب سے پہلے ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اٹھے اور کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ کا اعادہ کیا اور کہا کہ لوگو گواہ رہو کہ میں آج از سر نو ایمان لاتا اور جماعت اسلامی میں

شریک ہوتا ہوں۔ اس کے بعد محمد منظور نعمانی صاحب کھڑے ہوئے اور آپ نے بھی مودودی صاحب کی طرح تجدید ایمان کا اعلان کیا۔ بعد ازاں حاضرین میں سے باری باری کر کے ہر شخص اٹھا، کلمہ شہادت ادا کیا، اور جماعت میں شریک ہوا۔ اکثر حضرات کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے بلکہ بعض لوگوں پر تو روتے روتے رقت طاری ہو گئی تھی۔ قریب قریب ہر شخص کلمۂ شہادت ادا کرتے وقت ذمہ داری کے احساس سے کانپ جاتا تھا۔ جب سب لوگ شہادت ادا کر چکے تو مودودی صاحب نے اعلان کیا کہ اب جماعت اسلامی کی تشکیل ہو گئی، آئیے ہم سب مل کر رب العالمین سے دعا کریں کہ وہ ہماری جماعت کو استقامت اور استقلال بخشے اور ہم کو اپنی کتاب اور اپنے رسول صلعم کی سنت کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ دعا سے پہلے ابوالاعلیٰ صاحب نے اسلامی جماعت کی حیثیت اس کے منشا اور نصب العین پر پھر ایک مرتبہ روشنی ڈالی اور حاضرین کو آگاہ کیا کہ انہوں نے آج کتنا بڑا عہد کیا ہے اور اس کو کس طرح نباہنا چاہیے۔ بعد ازاں محمد منظور نعمانی صاحب نے دعا شروع کی، دیر تک لوگ خدا کے حضور میں روتے اور گڑگڑاتے رہے، بالآخر مودودی صاحب نے ایک مختصر سی دعا پڑھی اور جلسہ برخاست ہوا۔

۲ شعبان:۔ صبح آٹھ بجے پھر اجتماع ہوا۔ سب سے پہلے مودودی صاحب نے ایک ایک رکن جماعت کو الگ بلا کر اس سے دریافت کیا کہ وہ اپنے آپ کو جماعت کے کس طبقہ کے لیے پیش کرتا ہے۔ پھر جب ارکان جماعت کی طبقہ وار فہرست مکمل ہو گئی تو مودودی صاحب تقریر کے لیے اٹھے اور حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جو لوگ ایک ہی عقیدہ، ایک ہی نصب العین اور ایک ہی مسلک رکھتے ہوں ان کے لیے ایک جماعت بن جانے کے سوا چارہ نہیں، اور ان کا ایک جماعت بن جانا بالکل ایک فطری امر ہے۔ وحدت کلمہ کا لازمی نتیجہ اتحاد و اجتماع ہے، اور افتراق صرف اس جگہ ہوتا ہے جہاں کلمہ متفرق ہو۔ وحدت کلمہ کے باوجود نفسانیت کی بنا پر جو تفرقہ رونما ہوتا ہے اس کی وجہ بھی دراصل یہ ہوتی ہے کہ نفسانیت خود ایک کلمہ ہے جو کلمۂ اسلام کی ضد واقع ہوا ہے اور جو اس کلمہ کا معتقد ہوتا ہے وہ باقی تمام امور میں دوسروں سے متفق ہونے کے باوجود اپنا راستہ الگ بناتا ہے۔ پس جب آپ نے کلمۂ شہادت ادا کی کہ آپ سب ایک ہی عقیدہ، ایک ہی نصب العین،

اور ایک ہی راہ عمل رکھتے ہیں یعنی آپ کا کلمہ واحد ہے تو آپ خود بخود ایک جماعت بن گئے، اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ مجھ میں یا آپ میں سے کسی میں وہ نفسانیت ہو جو غیر سبیل المومنین کے اتباع پر کسی کو آمادہ کرے۔ اب کہ آپ کی جماعتی زندگی کا آغاز ہو رہا ہے، تنظیم جماعت کی راہ میں کوئی قدم اٹھانے سے پہلے آپ کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اسلام میں جماعتی زندگی کے قواعد کیا ہیں۔ میں اس سلسلہ میں چند اہم باتیں بیان کروں گا۔

پہلی چیز یہ ہے کہ جماعت کے ہر فرد کو نظام جماعت کا بحیثیت مجموعی اور جماعت کے افراد کا فرداً فرداً سچے دل سے خیر خواہ ہونا چاہئے، جماعت کی بدخواہی، یا افراد جماعت سے کینہ، بغض، حسد، بدگمانی، اور ایذا رسانی وہ بدترین جرائم ہیں جن کو اللہ اور اُس کے رسول نے ایمان کے منافی قرار دیا ہے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ آپ کی اس جماعت کی حیثیت دنیوی پارٹیوں کی سی نہیں ہے جن کا تکیہ کلام یہ ہوتا ہے کہ "میری پارٹی، خواہ حق پر ہو یا ناحق پر"۔ نہیں، آپ کو جس رشتہ نے ایک دوسرے سے جوڑا ہے وہ دراصل اللہ پر ایمان کا رشتہ ہے، اور اللہ پر ایمان کا اولین تقاضا یہ ہے کہ آپ کی دوستی اور دشمنی محبت اور نفرت جو کچھ بھی ہو اللہ کے لئے ہو۔ آپ کو اللہ کی فرمانبرداری میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا ہے نہ کہ اللہ کی نافرمانی میں۔ تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جماعت کی خیر خواہی کا جو فرض آپ پر عائد ہوتا ہے اُس کے معنی صرف یہی نہیں ہیں کہ بیرونی حملوں سے آپ اس کی حفاظت کریں، بلکہ یہ بھی ہیں کہ اُن اندرونی امراض سے بھی اُس کی حفاظت کے لئے ہر وقت مستعد رہیں جو نظام جماعت کو خراب کرنے والے ہیں۔ جماعت کی سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کو راہ راست سے نہ ہٹنے دیا جائے، اُس میں غلط مقاصد اور غلط خیالات اور غلط طریقوں کے پھیلنے کو روکا جائے، اُس میں نفسانی دھڑے بندیاں نہ پیدا ہونے دی جائیں، اُس میں کسی کا استبداد نہ چلنے دیا جائے، اُس میں کسی دنیوی غرض یا کسی شخصیت کو بت نہ بننے دیا جائے، اور اُس کے دستور کو بگڑنے سے بچایا جائے۔ اسی طرح اپنے رفقاء جماعت کی خیر خواہی کا جو فرض آپ میں سے ہر شخص پر عائد ہوتا ہے اس کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں کہ آپ اپنی جماعت کے

آدمیوں کی بیجا حمایت کریں اور اُن کی غلطیوں میں اُن کا ساتھ دیں، بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ معروف میں اُن کے ساتھ تعاون کریں، اور منکر میں صرف عدم تعاون ہی پر اکتفا نہ کریں، عملاً اُن کی اصلاح کی بھی کوشش کریں۔ ایک مومن دوسرے مومن کے ساتھ سب سے بڑی خیر خواہی جو کر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ جہاں اُس کو راہ راست سے بھٹکتے ہوئے دیکھے وہاں اُسے سیدھا راستہ دکھائے اور جب وہ اپنے نفس پر ظلم کر رہا ہو تو اُس کا ہاتھ پکڑ لے البتہ آپس کی اصلاح میں یہ ضرور پیش نظر رہنا چاہیئے کہ نصیحت میں عیب چینی اور خُردہ گیری اور تشدد کا طریقہ نہ ہو بلکہ دوستانہ دردمندی و اخلاص کا طریقہ ہو جس کی آپ اصلاح کرنا چاہتے ہیں اُس کو آپ کے طرزِ عمل سے یہ محسوس ہونا چاہیئے کہ اُس کی اخلاقی بیماری سے آپ کا دل دکھتا ہے، نہ کہ اُس کو اپنے سے فروتر دیکھ کے آپ کا نفس متکبر لذت لے رہا ہے۔

تیسری بات جس کی طرف میں ابھی اشارہ کر چکا ہوں، مگر جس کی اہمیت اس کی متقاضی ہے کہ اُسے واضح طور پر بیان کیا جائے یہ ہے کہ جماعت کے اندر جماعت بنانے کی کوشش کبھی نہ ہونی چاہیئے۔ سازشیں، جتھہ بندیاں، نجویٰ (CANVASSING)، عہدوں کی امیدواری حمیت جاہلیہ اور نفسانی رقابتیں، یہ وہ چیزیں ہیں جو ویسے بھی جماعتوں کی زندگی کے لئے سخت خطرناک ہوتی ہیں، مگر اسلامی جماعت کے مزاج سے تو ان چیزوں کو کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔ اسی طرح غیبت اور تنابز بالالقاب اور بدظنی بھی جماعتی زندگی کے لئے سخت مہلک بیماریاں ہیں جن سے بچنے کی ہم سب کو انتہائی کوشش کرنی چاہیئے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ باہمی مشاورت جماعتی زندگی کی جان ہے۔ اس کو کبھی نظر انداز نہ کرنا چاہیئے۔ جس شخص کے سپرد کسی جماعتی کام کی ذمہ داری ہو اُس کے لئے لازم ہے کہ اپنے کاموں میں دوسرے رفقا سے مشورہ لے، اور جس سے مشورہ لیا جائے اُس کا فرض ہے کہ نیک نیتی کے ساتھ اپنی حقیقی رائے کا صاف صاف اظہار کرے۔ جو شخص اجتماعی مشاورت میں اپنی صوابدید کے مطابق رائے دینے سے پرہیز کرتا ہے وہ جماعت پر ظلم کرتا ہے اور جو کسی مصلحت سے اپنی صوابدید کے خلاف رائے دیتا ہے وہ جماعت کے ساتھ غدر کرتا ہے، اور جو مشاورت کے موقع پر اپنی رائے

چھپاتا ہے اور بعد میں جب اُس کے منشا کے خلاف کوئی بات طے ہو جاتی ہے تو جماعت میں بددلی پھیلانے کی کوشش کرتا ہے وہ بدترین خیانت کا مجرم ہے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ جماعتی مشورے میں کسی شخص کو اپنی رائے پر اتنا مصر نہ ہونا چاہئیے کہ یا تو اُس کی بات مانی جائے ورنہ وہ جماعت سے تعاون روک دے گا یا اجماع کے خلاف عمل کریگا بعض نادان لوگ بر بنائے جہالت اس کو حق پرستی سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ صریح اسلامی احکام اور صحابہ کرامؓ کے متفقہ تعامل کے خلاف ہے۔ خواہ کوئی مسئلہ کتاب و سنت کی تعبیر اور نصوص سے کسی حکم کے استنباط سے تعلق رکھتا ہو یا دنیوی تدابیر سے متعلق ہو، دونوں صورتوں میں صحابہ کرامؓ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ جب تک مسئلہ زیرِ بحث رہتا، اُس میں ہر شخص اپنے علم اور اپنی صوابدید کے مطابق پوری صفائی سے اظہارِ خیال کرتا اور اپنی تائید میں دلائل پیش کرتا تھا، مگر جب کسی شخص کی رائے کے خلاف فیصلہ ہو جاتا تو وہ یا تو اپنی رائے واپس لے لیتا تھا، یا اپنی رائے کو درست سمجھنے کے باوجود فراخ دلی کے ساتھ جماعت کا ساتھ دیتا تھا۔ جماعتی زندگی کے لئے یہ طریقہ ناگزیر ہے ورنہ ظاہر ہے کہ جہاں ایک ایک شخص اپنی رائے پر اس قدر مصر ہو کہ جماعتی فیصلوں کو قبول کرنے سے انکار کر دے وہاں آخر کار پورا نظام جماعت درہم برہم ہو کر رہے گا۔

آخری چیز جو جماعتی زندگی کے لئے اہم ترین ہے وہ یہ ہے کہ اسلام بغیر جماعت کے نہیں ہے، اور جماعت بغیر امارت کے نہیں ہے۔ اس قاعدۂ کلیہ کے مطابق آپ کے لئے ضروری ہے کہ جماعت بننے کے ساتھ ہی آپ اپنے لئے ایک امیر منتخب کرلیں۔ امیر کے انتخاب میں آپ کو جو امور ملحوظ رکھنے چاہئیں وہ یہ ہیں کہ کوئی شخص جو امارت کا امیدوار ہو اُسے ہرگز منتخب نہ کیا جائے، کیونکہ جس شخص میں اس کارِ عظیم کی ذمہ داری کا احساس ہوگا وہ کبھی اس بار کو اٹھانے کی خود خواہش نہ کرے گا، اور جو اس کی خواہش کرے گا وہ دراصل نفوذ و اقتدار کا خواہشمند ہوگا نہ کہ ذمہ داری سنبھالنے کا، اس لئے اللہ کی طرف سے اُس کی نصرت و تائید کبھی نہ ہوگی۔ انتخاب کے سلسلہ میں لوگ ایک دوسرے سے نیک نیتی کے ساتھ تبادلۂ خیال کر سکتے

میں اگر کسی کے حق میں یا کسی کے خلاف تجویز لو رسعی نہ ہونی چاہیے۔ شخصی حمایت و موافقت کے جذبات کو دل سے نکال کر بے لاگ طریقہ سے دیکھیے کہ آپ کی جماعت میں کونسا ایسا شخص ہے جس کے تقویٰ، علم کتاب و سنت، دینی بصیرت، تدبر اور راہ خدا میں ثبات و استقامت پر آپ سب سے زیادہ اعتماد کر سکتے ہیں۔ پھر جو بھی ایسا نظر آئے، اللہ پر توکل کر کے اُسے منتخب کر لیجیے۔ اور جب اُسے منتخب کریں تو اُس کی خیر خواہی اُس کے ساتھ مخلصانہ تعاون، معروف میں اُس کی اطاعت، اور منکر میں اُس کی اصلاح کی کوشش آپ کا فرض ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی آپ اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ اسلامی جماعت میں امیر کی وہ حیثیت نہیں ہے جو مغربی جمہوریتوں میں صدر کی ہوتی ہے۔ مغربی جمہوریتوں میں جو شخص صدر منتخب کیا جاتا ہے اُس میں تمام صفات تلاش کی جاتی ہیں مگر کوئی صفت اگر نہیں تلاش کی جاتی تو وہ دیانت اور خوف خدا کی صفت ہے۔ بلکہ وہاں کا طریق انتخاب ہی ایسا ہے کہ جو شخص اُن میں سب سے زیادہ عیار اور سب سے بڑھ کر جوڑ توڑ کے فن میں ماہر اور جائز و ناجائز ہر قسم کی تدابیر سے کام لینے میں طاق ہوتا ہے وہی برسر اقتدار آتا ہے۔ اس لیے فطری بات ہے کہ وہ لوگ خود اپنے منتخب کردہ صدر پر اعتماد نہیں کر سکتے وہ ہمیشہ اس کی بے ایمانی سے غیر مامون رہتے ہیں، اور اپنے دستور میں طرح طرح کی پابندیاں اور رکاوٹیں عائد کر دیتے ہیں تاکہ وہ حد سے زیادہ اقتدار حاصل کر کے مستبد فرمانروا نہ بن جائے مگر اسلامی جماعت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے صاحب امر کے انتخاب میں تقویٰ اور دیانت ہی کو تلاش کرتی ہے، اور اس بنا پر وہ اپنے معاملات پورے اعتماد کے ساتھ اُس کے سپرد کرتی ہے۔ لہٰذا مغربی طرز کی جمہوری جماعتوں کی تقلید کرتے ہوئے اپنے دستور میں اپنے امیر پر وہ پابندیاں عائد کرنے کی کوشش نہ کیجیے جو نموماً وہاں صدر پر عائد کی جاتی ہیں۔ اگر آپ کسی کو خدا ترس اور متدین پا کر اُسے امیر بناتے ہیں تو اُس پر اعتماد کیجیے۔ اور اگر آپ کے نزدیک کسی کی خدا ترسی و دیانت اس قدر مشتبہ ہو کہ آپ اس پر اعتماد نہیں کر سکتے تو اس کو سرے سے منتخب ہی نہ کیجیے۔

اس تقریر کے بعد انتخاب امیر کے مسئلہ پر مذاکرہ شروع ہوا۔ دوران مذاکرہ میں تین مختلف نظریے پیش کئے گئے جن پر دوپہر تک بحث ہوتی رہی اور کسی متفقہ فیصلے پر ختم نہ ہو سکی۔

ایک گروہ کا خیال یہ تھا کہ سردست عارضی طور پر کسی معین مدت کے لئے امیر کا انتخاب کیا جائے۔ کیونکہ اول تو ابھی ہماری جماعت میں اس قدر کم آدمی ہیں کہ انتخاب کی کچھ زیادہ گنجائش ہی نہیں ہے، اگر اس وقت ہم اپنی قلیل جماعت میں سے کسی اہل تر کا مستقل انتخاب کریں گے تو بعد میں جب جماعت بڑھے گی اور اہل ترین آدمی آئیں گے اُس وقت مشکل پیش آئے گی، دوسرے یہ مٹھی بھر جماعت اگر اسی وقت اپنا مستقل امیر منتخب کرلے تو باہر جو بہت سے لوگ ہمارے نظریہ اور مقصد سے متفق ہیں اُن کو جماعت کے اندر آنے میں اس بنا پر تامل ہوگا کہ اس جماعت میں داخل ہونے کے ساتھ انہیں خودبخود اُس امیر کو بھی تسلیم کرلینا پڑے گا جس کے انتخاب میں اُن کی رائے کو دخل نہ تھا، اس طرح ہمارا انتخاب امیر آگے چل کر توسیع جماعت کی راہ میں ایک زبردست رکاوٹ بن جائے گا، اور اُس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک بڑی جماعت بننے کے بجائے الگ الگ جماعتیں بننے لگیں گی اور بہت سی امارتوں کے جھنڈے بلند ہوں گے۔

دوسرے گروہ کا خیال تھا کہ اس وقت سرے سے امیر منتخب ہی نہ کیا جائے بلکہ چند آدمیوں کی ایک مجلس کو انتظام اور رہنمائی کے اختیارات دے دیئے جائیں اور اس مجلس کے لئے ایک صدر منتخب کر لیا جائے۔ اس گروہ کے شبہات بھی مذکورۂ بالا نوعیت کے تھے، اور مزید براں اُن کا کہنا یہ بھی تھا کہ ابھی کوئی مرد کامل ایسا نظر نہیں آتا جو انبیاء کی جانشینی کے قابل ہو۔

تیسرے گروہ کا خیال یہ تھا کہ جماعت بلا امیر تو بالکل ہی بے اصل چیز ہے، رہا مدت معینہ کے لئے انتخاب، تو وہ ایک غیر اسلامی طریقہ ہے جس کا کوئی نشان ہم کو کتاب و سنت میں نہیں ملتا۔ علاوہ بریں یہ بات حکمت کے بھی خلاف ہے کہ ایک طرف تو ہم وہ انتہائی انقلابی نظریہ لے کر اٹھے ہیں جو

تمام دنیا کی شیطانی قوتوں کے لئے اعلان جنگ کا ہم معنی ہے اور دوسری طرف ہم خود ہی اپنی جماعت کے نظام کو اتنا سست اور ڈھیلا رکھیں کہ وہ کسی بڑی جدوجہد میں ثابت و قائم نہ رہ سکتا ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ امارت کے بغیر، یا عارضی امارت کی بنیاد پر جو نظام جماعت بنایا جائے گا وہ ہرگز پختہ نہ ہوگا۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ امیر کا انتخاب اِسی وقت کیا جائے اور بلا تعین مدت کیا جائے۔

کئی گھنٹہ کی بحث کے بعد بھی جب اس مسئلہ میں اتفاق رائے حاصل نہ ہو سکا تو بالآخر ظہر کے قریب یہ طے ہوا کہ اس مسئلہ کو سات آدمیوں کی ایک مجلس کے سپرد کر دیا جائے اور جو کچھ وہ مجلس طے کرے اُسے سب قبول کرلیں۔ چنانچہ تینوں گروہوں نے بالاتفاق حسب ذیل اصحاب کو منتخب کیا۔

۱۔ محمد منظور صاحب نعمانی مدیر "الفرقان" بریلی،

۲۔ سید صبغۃ اللہ صاحب بختیاری، استاذ تفسیر، جامعہ دارالسلام عمر آباد، ارکاٹ، مدراس،

۳۔ سید محمد جعفر صاحب پھلواروی، امام جامع مسجد، کپور تھلہ،

۴۔ نذیر الحق صاحب میرٹھی، لائل پور۔

۵۔ مستری محمد صدیق صاحب، سلطانپور لودی۔

۶۔ ڈاکٹر سید نذیر علی صاحب زیدی، الہ آباد،

۷۔ محمد ابن علی صاحب علوی کاکوروی، لکھنؤ،

اس مجلس نے خوب غور و خوض اور بحث و تمحیص کے بعد بالاتفاق وہ تجویز مرتب کی جو لفظاً بلفظہٖ دستور جماعت کی دفعہ دہم میں پائی جاتی ہے۔ اس تجویز کا تجزیہ کرنے سے حسب ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے:

(۱) گروہ اول کی اس رائے کو رد کر دیا گیا کہ امیر کا انتخاب عارضی ہو۔

(۲) گروہ دوم کی بھی یہ رائے قبول نہیں کی گئی کہ امیر کا انتخاب نہ کیا جائے، اور صرف انتظامی اغراض کے لئے ایک مجلس بنا دی جائے۔

(۳) گروہ سوم کی اس رائے سے اتفاق کیا گیا کہ علم کتاب و سنت اور حکمت عملی دونوں کا اقتضا یہی ہے کہ جماعت بلا امیر نہ رہے اور امیر کا انتخاب کسی مدت کے ساتھ مقید نہ ہو۔

(۴) گروہ اول کے تمام اعتراضات کو ان دو فقروں سے رفع کر دیا گیا۔

"امیر کی خدا ترسی و احساس ذمہ داری سے یہ توقع کی جائے گی کہ اپنے سے زیادہ اہل آدمی کے آجانے پر وہ خود اس کے لئے جگہ خالی کر دے گا۔ نیز ایسی صورت میں جبکہ جماعت اپنے نصب العین کے مفاد کے لئے ضرورت محسوس کرے، وہ امیر کو معزول کرنے کی بھی مجاز ہو گی"

(۵) گروہ دوم کے اعتراض کو اس فقرہ سے رفع کیا گیا:۔

"جماعت کی نظر میں انتخاب کے وقت جو شخص بھی مذکورۂ بالا اوصاف (تقویٰ، علم دین میں بصیرت اصابت رائے، اور عزم و حزم) کے لحاظ سے اہل تر ہوگا اُس کو وہ اس منصب کے لئے منتخب کرے گی"

۴ بجے شام کو جب دوبارہ اجتماع عام ہوا تو محمد منظور صاحب نعمانی نے مجلس منتخبہ کی جانب سے اس تجویز کو پڑھ کر سنایا اور مختصراً اس کی تشریح کی جماعت نے بالاتفاق اُسے قبول کر لیا اور طے کیا کہ ....

...... یہ پوری تجویز دفعہ دہم کی حیثیت سے دستور میں بڑھا دی جائے۔ اس کے بعد باتفاق کلی لوگوں نے سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کو اپنا امیر منتخب کیا۔ بیعت کا رسمی طریقہ نہیں اختیار کیا گیا بلکہ پوری جماعت نے ایک ساتھ یہ عہد کیا کہ مذکورۂ بالا تصریحات کے تحت وہ امیر کی اطاعت اور اُس کے حکم کی پابندی کریں گے۔ اس "بیعت عام" کی ادائیگی پھر وہی کیفیت طاری ہوئی جو ایک روز قبل تجدید ایمان کے موقع پر طاری ہو چکی تھی۔ لوگ پھر خدا کے حضور میں روئے اور گڑگڑائے اور التجا کی کہ وہ اس جماعت کو اُس کے نصب العین کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آخر میں امیر جماعت نے کھڑے ہو کر مختصر تقریر کی جس میں کہا کہ میں آپ کے درمیان نہ سب سے زیادہ

علم رکھنے والا تھا، نہ سب سے زیادہ متقی، نہ کسی اور خصوصیت میں مجھے فضیلت حاصل تھی۔ بہرحال جب آپ نے مجھ پر اعتماد کر کے اس کار عظیم کا بار میرے اوپر رکھ دیا تو میں اب اللہ سے دعا کرتا ہوں اور آپ لوگ بھی دعا کریں کہ مجھے اس بار کو سنبھالنے کی قوت عطا فرمائے اور آپ کے اس اعتماد کو مایوسی میں تبدیل نہ ہونے دے۔ میں اپنی حد وسع تک انتہائی کوشش کروں گا کہ اس کام کو پوری خدا ترسی اور پورے احساس ذمہ داری کے ساتھ چلاؤں۔ میں قصداً اپنے فرض کی انجام دہی میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔ میں اپنے علم کی حد تک کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اور خلفائے راشدین کے نقش قدم کی پیروی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھوں گا۔ تاہم اگر مجھ سے کوئی لغزش ہو اور آپ میں سے کوئی محسوس کرے کہ میں راہ راست سے ہٹ گیا ہوں تو مجھ پر یہ بدگمانی نہ کرے کہ میں عمداً ایسا کر رہا ہوں، بلکہ حسن ظن سے کام لے اور نصیحت سے مجھے سیدھا کرنے کی کوشش کرے۔ آپ کا مجھ پر یہ حق ہے کہ میں اپنے آرام و آسائش اور اپنے ذاتی فائدوں پر جماعت کے مفاد اور اس کے کام کی ذمہ داریوں کو ترجیح دوں، جماعت کے نظم کی حفاظت کروں۔ ارکان جماعت کے درمیان عدل اور دیانت کے ساتھ حکم کروں۔ جماعت کی طرف سے جو امانتیں میرے سپرد ہوں، ان کی حفاظت کروں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے دل و دماغ اور جسم کی تمام طاقتوں کو اس مقصد کی خدمت میں صرف کروں۔ جس کے لئے آپ کی جماعت اٹھی ہے۔ اور میرا آپ پر یہ حق ہے کہ جب تک میں راہ راست پر چلوں آپ سب میرا ساتھ دیں، میرے حکم کی اطاعت کریں، نیک مشوروں سے اور امکانی امداد و اعانت سے میری تائید کریں اور جماعت کے نظم کو بگاڑنے والے طریقوں سے پرہیز کریں۔ مجھے اس تحریک کی عظمت اور خود اپنے نقائص کا پورا احساس ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ وہ تحریک ہے جس کی قیادت اولو العزم پیغمبروں نے کی ہے، اور زمانہ نبوت گذر جانے کے بعد وہ غیر معمولی انسان اس کو لے کر اٹھتے رہے ہیں جو نسل انسانی کے گل سرسبد تھے۔ مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے بارے میں یہ غلط فہمی نہیں ہوئی کہ میں اس عظیم الشان تحریک کی قیادت کا اہل ہوں، بلکہ میں تو اس کو ایک بدقسمتی سمجھتا ہوں کہ اس وقت اس کار عظیم کے لئے آپ کو مجھ سے بہتر کوئی آدمی نہ ملا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اپنے فرائض امارت کی انجام دہی کے ساتھ میں برابر اس تلاش میں رہوں گا کہ کوئی اہل تر

آدمی اس کام کا بار اٹھانے کے لیے مل جائے۔ اور جب میں ایسے کسی آدمی کو پاؤں گا تو خود سب سے پہلے اُس کے ہاتھ پر بیعت کر دوں گا۔ نیز میں ہمیشہ ہر اجتماع عام کے موقع پر جماعت سے بھی درخواست کرتا رہوں گا کہ اگر اب اُس نے کوئی مجھ سے بہتر آدمی پا لیا ہے تو وہ اُسے اپنا امیر منتخب کرے، اور میں اس منصب سے بخوشی دست بردار ہو جاؤں گا۔ بہرحال میں ان شاء اللہ اپنی ذات کو کبھی خدا کے راستہ میں سدِّ راہ نہ بننے دوں گا اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ دوں گا کہ ایک ناقص آدمی اس جماعت کی رہنمائی کر رہا ہے اس لیے ہم اس میں داخل نہیں ہو سکتے۔ نہیں، میں کہتا ہوں کہ کامل آئے اور یہ مقام جو آپ نے میرے سپرد کیا ہے ہر وقت اس کے لئے خالی ہو سکتا ہے۔ البتہ میں اس کے لئے تیار نہیں ہوں کہ اگر کوئی دوسرا اس کام کو چلانے کے لئے نہ اُٹھے تو میں بھی نہ اٹھوں۔ میرے لئے تو یہ تحریک عین مقصدِ زندگی ہے۔ میرا مرنا اور جینا اس کے لئے ہے۔ کوئی اس راہ پر چلنے کے لئے تیار ہو یا نہ ہو بہرحال مجھے تو اسی راہ پر چلنا اور اسی راہ میں جان دینا ہے۔ کوئی آگے نہ بڑھے گا تو میں بڑھوں گا۔ کوئی ساتھ نہ دے گا تو میں اکیلا چلوں گا۔ ساری دنیا متحد ہو کر مخالفت کرے گی تو مجھے تن تنہا اُس سے لڑنے میں بھی باک نہیں ہے۔ آخر میں ایک بات کی اور توضیح کر دینا چاہتا ہوں۔ فقہ اور کلام کے مسائل میں میرا ایک خاص مسلک ہے جس کو میں نے اپنی ذاتی تحقیق کی بنا پر اختیار کیا ہے، اور پچھلے آٹھ سال کے دوران میں جو اصحاب "ترجمان القرآن" کا مطالعہ کرتے رہے ہیں وہ اُس کو جانتے ہیں۔ اب کہ میری حیثیت اس جماعت کے امیر کی ہو گئی ہے، میرے لئے یہ بات صاف کر دینی ضروری ہے کہ فقہ و کلام کے مسائل میں جو کچھ میں نے پہلے لکھا ہے اور جو کچھ آئندہ لکھوں گا یا کہوں گا اُس کی حیثیت امیر جماعتِ اسلامی کے فیصلہ کی نہ ہو گی بلکہ میری ذاتی رائے کی ہو گی۔ میں نہ تو یہ چاہتا ہوں کہ ان مسائل میں اپنی رائے کو جماعت کے دوسرے اہل علم و تحقیق پر مسلط کروں، اور نہ اسی کو پسند کرتا ہوں کہ جماعت کی طرف سے مجھ پر ایسی کوئی پابندی عائد ہو کہ مجھ سے علمی تحقیق اور اظہارِ رائے کی آزادی سلب ہو جائے۔ ارکانِ جماعت کو میں خداوند برتر کا واسطہ دے کر ہدایت کرتا ہوں کہ کوئی شخص فقہی و کلامی مسائل میں میرے اقوال کو دوسروں کے سامنے حجت کے طور پر پیش نہ کرے۔ اسی طرح

میرے ذاتی عمل کو بھی جسے میں نے اپنی تحقیق کی بنا پر جائز سمجھ کر اختیار کیا ہے، نہ تو دوسرے لوگ حجت بنائیں اور نہ بلا تحقیق محض میرا عمل ہونے کی حیثیت سے اس کا اتباع کریں۔ ان معاملات میں ہر شخص کے لئے آزادی ہے۔ جو لوگ علم رکھتے ہوں وہ اپنی تحقیق پر، اور جو علم نہ رکھتے ہوں وہ جس کے علم پر بھی اعتماد رکھتے ہوں اُس کی تحقیق پر عمل کریں۔ نیز ان معاملات میں لوگ مجھ سے اختلاف رائے رکھنے اور اپنی رائے کا اظہار کرنے میں بھی آزاد ہیں۔ ہم سب جزئیات و فروع میں اختلاف رائے رکھتے ہوئے اور ایک دوسرے کے بالمقابل بحث و استدلال کرتے ہوئے بھی ایک جماعت بن کر رہ سکتے ہیں جس طرح صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رہتے تھے۔

۴ر شعبان:۔ گذشتہ شام کو امیر جماعت نے اصحاب شوریٰ کا انتخاب کر لیا تھا۔ آج صبح آٹھ بجے شوریٰ کا پہلا اجلاس ہوا اور تحریک کے مستقبل اور جماعت کے لائحہ عمل پر سوچ بچار کیا گیا۔ کافی غور و خوض اور بحث و مذاکرہ کے بعد جو کچھ طے ہوا وہ حسب ذیل ہے:۔

تقسیم کار

فی الحال جماعت کے کام کو حسب ذیل شعبوں میں تقسیم کیا گیا:۔

(۱) شعبۂ علمی و تعلیمی: اس شعبہ کا کام یہ ہوگا کہ:۔

اسلام کے نظام فکر اور نظام حیات کا اُس کے مختلف فلسفیانہ اور عملی اور تاریخی پہلوؤں میں گہرا تفصیلی مطالعہ کرے، دنیا کے دوسرے نظامات فکر و عمل پر بھی وسیع تنقیدی و تحقیقی نظر ڈالے، اور اپنے نتائج تحقیق کو ایک ایسے زبردست لٹریچر کی شکل میں پیش کرے جو نہ صرف اسلامی اصول پر ذہنی و فکری انقلاب برپا کرنے والا ہو، بلکہ نظام اسلامی کے بالفعل قائم ہونے کے لئے بھی زمین تیار کر سکے۔

ایک ایسا نظریۂ تعلیمی اور نظام تعلیم مرتب کرے جو اسلام کے مزاج سے ٹھیک ٹھیک مناسبت رکھتا ہو اور دنیا میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لئے بنیاد کا کام دے سکے۔ اس سلسلہ میں دنیا کے رائج الوقت تعلیمی نظریات اور نظامات کا بھی تنقیدی و تحقیقی مطالعہ کرنا ہوگا۔

اپنے نظریۂ تعلیمی کے مطابق نصاب اور معلمین تیار کرے اور بالآخر ایک درس گاہ قائم کرکے آئندہ نسل کی ذہنی و اخلاقی تربیت کا کام شروع کر دے۔

ایک ایسی تربیت گاہ قائم کرے جو دنیا میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لئے بہترین کارکن تیار کرے تین سال قبل ادارۂ دارالاسلام کے نام سے جو ادارہ قائم کیا گیا تھا وہ جماعت اسلامی کے اس شعبہ میں ضم کر دیا گیا۔ سردست یہ شعبہ مرکز میں امیر جماعت کی براہ راست نگرانی میں رہے گا۔ بعد میں اگر ممکن ہوا تو اس کی شاخیں باہر بھی مختلف ایسے مقامات میں قائم کر دی جائیں گی جہاں ایسے ایک شعبہ کی رہنمائی کرنے کے لئے مناسب اشخاص موجود ہوں گے۔

جماعت کے تمام کارکنوں اور خصوصاً مقامی جماعتوں کے امراء کا فرض ہوگا کہ جہاں جہاں اس شعبہ میں کام کرنے کی اہلیت رکھنے والے لوگ ملیں ان کے متعلق ضروری معلومات امیر جماعت کو بہم پہنچائیں۔ نیز مقامی جماعتوں کو اس طرف بھی توجہ کرنی ہوگی کہ اپنے حلقہ سے جس شخص یا اشخاص کو وہ شعبۂ علمی کے لئے مرکز میں بھیجیں اُن کی ضروریات زندگی کی کفالت کا انتظام مقامی طور پر کرنے کی کوشش کریں۔ علاوہ بریں مقامی جماعتیں اس شعبہ کے کام میں اس طرح بھی مدد کر سکتی ہیں کہ اس کے کتب خانہ کے لئے ہر علم و فن کی معیاری کتابیں حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

(۲) شعبۂ نشر و اشاعت | شعبۂ علمی و تعلیمی سے جو لٹریچر تیار کیا جائے اس کو پھیلانے کا کام اس شعبہ کے سپرد ہوگا۔ اس کا فرض ہوگا کہ جماعت کے لٹریچر کو جہاں تک ممکن ہو خدا کے بندوں تک پہنچانے کی کوشش کرے۔ اس شعبہ کے لئے ایسے کارکنوں کی ضرورت ہے جو نشر و اشاعت کے کام میں مہارت رکھتے ہوں۔ نیز اس شعبہ کو ایسے آدمیوں کی بھی ضرورت ہے جو سفر کرکے مختلف مقامات پر جائیں اور مختلف حلقوں میں زبانی تبلیغ بھی کریں اور اپنا لٹریچر بھی پھیلائیں۔

سردست یہ شعبہ بھی مرکز میں امیر جماعت کے زیر نگرانی رہے گا۔ بعد میں کوشش کی جائے گی کہ

باہر بھی مختلف مقامات پر ذمہ دار اصحاب کی نگرانی میں نشرواشاعت کے چھوٹے چھوٹے مرکز قائم کر دیئے جائیں جہاں سے اخبار، یا رسالے، یا پمفلٹوں اور کتابوں کی شکل میں جماعت کی نمائندگی کرنے والا لٹریچر شائع ہو سکے۔

ہر جگہ جماعت اسلامی کے ارکان کے لئے اور مقامی جماعتوں کے لئے اس شعبہ کے ساتھ تعاون کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جو لوگ طباعت کے کام، یا نشرواشاعت کے طریقوں میں مہارت رکھتے ہوں، یا اچھے سفری مبلغ بن سکتے ہوں، یا تجارتی پہلو میں اس شعبہ کو کامیاب بنانے کی قابلیت رکھتے ہوں وہ اپنی خدمات پیش کریں اور مقامی امراء اس قسم کی صلاحیتیں رکھنے والے اشخاص کی اطلاع ناظم شعبۂ نشرواشاعت کو دیں۔ دوسرے یہ کہ ہر جگہ مقامی جماعت ایک ریڈنگ روم اور بک ڈپو قائم کرے جس میں ادارہ کی مطبوعات جمع کی جائیں، جو لوگ پڑھنا چاہیں وہ ریڈنگ روم میں ان کا مطالعہ کریں اور جو خریدنا چاہیں وہ بک ڈپو سے کتابیں خرید لیں۔

(۳) شعبۂ تنظیم جماعت | اس شعبہ کے فرائض حسب ذیل ہوں گے:۔ کارکنوں کو ہدایات دینا۔ جہاں مقامی جماعتیں بن گئی ہوں وہاں کے کام کی نگرانی کرنا، ان سے رپورٹیں طلب کرنا اور ان کو مشورے دینا۔ جہاں انفرادی شکل میں جماعت کے ارکان موجود ہوں وہاں مقامی جماعتیں بنانے کی کوشش کرنا۔ جو اشخاص یا ادارے یا جماعتیں عقیدہ اور نصب العین میں اس جماعت سے متفق ہوں ان سے ربط قائم کرنے کی سعی کرنا۔ تحریک کی رفتار کا جائزہ لیتے رہنا اور اس کو آگے بڑھانے کی تدابیر عمل میں لانا۔

اس شعبہ کا صدر دفتر مرکز میں امیر جماعت کے ماتحت ہوگا۔ خارج میں اس کی چار شاخیں حسب ذیل حلقوں میں قائم کی گئی ہیں:۔

(۱) میرٹھ، بریلی، آگرہ اور لکھنؤ ڈویژن کے لئے صدر مقام بریلی ہے جہاں محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان نائب امیر کی حیثیت سے کام کریں گے۔

(۲) الہ آباد، بنارس، گورکھپور، فیض آباد ڈویژن اور صوبۂ بہار کے لئے صدر مقام سرائے میر

ضلع اعظم گڈھ ہے جہاں امین احسن صاحب اصلاحی نائب امیر ہوں گے۔

(۳) صوبۂ مدراس کے لئے صدر مقام عمر آباد، ضلع شمالی ارکاٹ ہے جہاں سید صبغۃ اللہ صاحب بختیاری استاذ تفسیر جامعۂ دار السلام نائب امیر ہوں گے۔

(۴) انبالہ و جالندہر ڈویژن کے لئے صدر مقام کپور تھلہ ہے جہاں سید محمد جعفر صاحب پھلواروی خطیب جامع کپور تھلہ نائب امیر ہوں گے۔

مذکورۂ بالا حلقوں میں جماعت کے جو ارکان انفرادی طور پر رہتے ہوں، یا جو مقامی جماعتیں بنی ہوئی ہوں وہ جملہ معاملات میں اپنے اپنے حلقہ کے نائب امیر کی طرف رجوع کریں۔ اور ان حلقوں کے ماسوا دوسرے مقامات پر جو اشخاص یا جماعتیں ہوں وہ سودستہ مرکزی دفتر سے تعلق رکھیں۔ بعد میں مزید حلقے قائم کرنے اور نائبین مقرر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

(۴) **شعبۂ مالیات** | مرکزی ادارۂ دار الاسلام کے حسابات ۳۱ اگست ۱۹۴۱ء تک ختم کر کے جماعت اسلامی کی طرف منتقل کر دیئے گئے اور جماعت کا مرکزی بیت المال قائم کر دیا گیا جو براہ راست امیر جماعت کے ماتحت رہے گا۔ نیز ہر جگہ کی مقامی جماعتوں کے لئے طے کیا گیا کہ ہر جماعت اپنا مقامی بیت المال قائم کرے، مقامی ضروریات کو مقامی آمدنی سے پورا کرے، اپنے سہ ماہی حسابات اپنے حلقہ کے نائب امیر کو، یا کوئی حلقہ نہ ہونے کی صورت میں امیر جماعت کو بھیجتی رہے، اور جب مرکزی بیت المال کو مدد کی ضرورت ہو تو امیر کی طرف سے حکم آنے پر اپنی زیر تحویل رقوم بھیج دے۔

سردست آمدنی کی سب سے بڑی مد ادارۂ دار الاسلام کی مطبوعات ہیں اور ان کی کثرت اشاعت پر ہی جماعت کے کام کی ترقی موقوف ہے۔ اس مد کی تمام آمدنی مرکزی بیت المال میں آنی چاہیئے۔ دوسری مد زکوٰۃ ہے۔ تمام ارکان جماعت جو صاحب نصاب ہوں اپنی زکوٰۃ اپنی مقامی جماعت کے بیت المال میں داخل کریں یا مقامی جماعت موجود نہ ہو تو مرکز میں بھیجیں۔ تیسری مد رقوم اعانت ہیں۔ جماعت کے

..... ذی استطاعت ارکان کا فرض ہے کہ زیادہ سے زیادہ جس قدر مالی ایثار کر سکتے ہوں کریں اور جماعت کو مالی حیثیت سے مضبوط بنائیں۔ نیز جماعت سے باہر کے لوگ تو ان سے ہرگز کوئی مدد نہ طلب کی جائے، البتہ اگر وہ بخوشی اور بلا شرط کوئی مدد دینا چاہیں تو قبول کر لی جائے لیکن کوئی بڑی سے بڑی مالی اعانت بھی اس صورت میں قبول نہ کی جائے جبکہ یہ اندیشہ ہو کہ اس کے معاوضہ میں جماعت کی پالیسی پر اثر ڈالنے کی کوشش کی جائیگی

[یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کی موجودہ مالی پوزیشن بھی ظاہر کر دی جائے ۱۹۳۸ء میں جب ادارۂ دارالاسلام قائم کیا گیا تھا مودودی صاحب موجودہ امیر جماعت نے اپنی تمام کتابیں (بااستثناء الجہاد فی الاسلام و رسالہ دینیات اردو و انگریزی) ادارہ کے لئے وقف کر دی تھیں۔ ۷ جنوری ۱۹۳۹ء کو ۱۳۲ روپے کے سرمایہ سے کام شروع کیا گیا۔ اُس وقت سے ۳۱ اگست ۱۹۴۱ء تک آمد و خرچ کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

آمدنی		خرچ	
از فروخت کتب	۲۹۴۸-۱۵-۶	طباعت کتب	۳۲۰۰-۳-۶
از مد زکوٰۃ	۱۳۰-۰-۰	خرچ ڈاک	۵۹۰-۴-۹
از اعانتِ اہل خیر	۶۳۸-۱۲-۰	تنخواہ ملازمین	۴۸۰-۰-۰
میزان	۳۷۱۷-۱۱-۶	سفر خرچ	۱۳۵-۱۳-۳
ابتدائی سرمایہ	۱۳۲-۰-۰	مصارف دار الاقامہ	۱۲۵-۱-۰
جملہ	۳۸۴۹-۱۱-۶	صرف از مد زکوٰۃ	۶۳-۰-۰
جملہ آمدنی	۳۸۴۹-۱۱-۶	متفرقات	۳۶-۱۱-۰
جملہ خرچ	۳۷۷۴-۱۳-۶	اسٹیشنری	۲۷-۳-۶
باقی	۷۴-۱۴-۰	مصارف اجتماع اول	۱۱۶-۸-۶
			۳۷۷۴-۱۳-۶

اس کے علاوہ ادارہ کی جو رقوم تاریخ مذکورہ تک مختلف تاجروں اور ایجنٹوں کے ذمہ واجب الادا تھیں ان کی مقدار ۱۳۵۶ روپیہ دو آنہ تھی، اور جو ذخیرۂ کتب ادارہ کے دفتر میں ۲۱ اگست ۱۹۴۱ء کو موجود تھا اس کی قیمت کا تخمینہ ۲۰۱۲ روپیہ ہے]

(۵) شعبہ دعوت و تبلیغ | یہ شعبہ اس جماعت کا سب سے اہم شعبہ ہے اور دراصل جماعت کی کامیابی کا انحصار ہی اس شعبہ کی کارگزاری پر ہے۔ ہر شخص جو جماعت اسلامی کا رکن ہو، لازمی طور پر اس شعبہ کا کارکن ہوگا۔ اس کو دائماً ایک مبلغ کی زندگی بسر کرنی ہوگی۔ اس کے لئے لازم ہوگا کہ جہاں جس حلقہ میں بھی اس کی پہنچ ہو سکتی ہو، جماعت کے عقیدہ کو پھیلائے، اس کے نصب العین کی طرف دعوت دے، اور جماعت کے نظام کی تشریح کرے۔ مگر تبلیغی مصالح کے لحاظ سے یہ ضروری معلوم ہوا کہ کام کرنے کے لئے آٹھ مختلف حلقے معین کر دیئے جائیں اور جماعت کا ہر کارکن اپنی صلاحیتوں کے لحاظ سے صرف انہی حلقوں میں تبلیغ کرے جن سے وہ زیادہ مناسبت رکھتا ہو۔ یہ حلقے حسب ذیل ہیں:۔

(۱) کالجوں اور جدید تعلیم یافتہ لوگوں کا حلقہ
(۲) علماء اور مدارس عربیہ کا حلقہ۔
(۳) صوفیہ اور مشائخ طریقت کا حلقہ
(۴) سیاسی جماعتوں کا حلقہ
(۵) شہری عوام کا حلقہ
(۶) دیہاتی عوام کا حلقہ
(۷) عورتوں کا حلقہ
(۸) غیر مسلموں کا حلقہ

ہر کارکن کو اپنے متعلق ٹھیک اندازہ کرنا چاہیئے کہ وہ ان میں سے کس حلقہ یا کن حلقوں میں تبلیغ کا اہل ہے۔ جن حلقوں میں کام کرنے کی اہلیت وہ اپنے اندر نہ محسوس کرتا ہو، یا تجربہ سے اس کو معلوم ہو جائے کہ وہ فلاں حلقوں میں ناکام رہے گا، ان میں تبلیغ کرنے سے اس کو پرہیز کرنا چاہیئے تاکہ وہ لوگوں کو قریب لانے کے بجائے دور پھینک دینے کا موجب نہ بن جائے۔

تبلیغ کے سلسلہ میں جو مشکلات پیش آئیں ان میں رہنمائی کے لئے مقامی امراء یا نائبین امیر، یا خود

امیر جماعت سے رجوع کیا جائے۔

ہدایات

مذکورۂ بالا لائحۂ عمل طے ہونے کے بعد ۴ شعبان ہی کو پھر اجتماع عام منعقد ہوا جس میں امیر جماعت نے حاضرین کو اس لائحۂ عمل کی تفصیلات سے آگاہ کیا اور پھر کام کرنے کے لئے حسب ذیل ہدایات دیں:۔

(۱) ہر وہ بستی جہاں دو آدمی ایسے موجود ہوں جو جماعت اسلامی میں داخل ہو چکے ہوں، وہاں لازم ہے کہ مقامی جماعت بنالی جائے اور دونوں میں سے ایک صالح تر آدمی مقامی امیر منتخب کیا جائے، اور امیر جماعت کو اطلاع دے کر اس کے انتخاب کی منظوری حاصل کی جائے۔ علیٰ ہذا القیاس جہاں دو سے زیادہ آدمی شریک جماعت ہوں وہاں بھی بلا کسی نفسانیت کے کسی ایسے آدمی کو مقامی امارت کے لئے نامزد کیا جائے جو زیادہ نیک سیرت، متبع شریعت، معاملہ فہم اور تحریک اسلامی کے مزاج کو سمجھنے والا ہو اور جس کو بستی کے لوگ بالعموم عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں مگر مقامی لوگوں کا کسی کو منتخب کر لینا مقامی امارت کے لئے کافی نہ ہوگا تاوقتیکہ امیر جماعت یا آپ کے حلقہ کا نائب امیر اس کے تقرر کی اجازت نہ دے۔

(۲) امیر جماعت اگر مصالح اجتماعی کے لحاظ سے کسی کو مقامی امارت یا کسی دوسرے منصب پر مقرر کرے یا کسی کو معزول کر کے دوسرے کو مقرر کرے تو اس پر برا نہ ماننا چاہیے۔ اس معاملہ میں اصل چیز نصب العین کی خدمت ہے نہ کہ شخصی اعزاز جس شخص کو آپ نے اپنی جماعت کا امیر منتخب کیا ہے اس پر اعتماد کیجیے کہ وہ جماعت کی عظیم تر مصلحتوں کے لحاظ ہی سے عزل و نصب کرے گا۔

(۳) جماعت میں جب کوئی نیا شخص داخل ہو تو اسے پورا احساس ذمہ داری دلا کر از سر نو کلمۂ شہادت ادا کرایا جائے اور پھر اس سے دریافت کیا جائے کہ وہ اپنے آپ کو جماعت کے کس طبقہ میں شامل ہونے کے لئے پیش کرتا ہے۔ اس قاعدہ سے کسی بڑے سے بڑے اور مشہور سے مشہور شخص کے لئے بھی استثناء نہیں ہے۔ بڑے سے بڑے عالم اور شیخ طریقت کو بھی داخل جماعت ہوتے وقت تجدید ایمان کرنی ہوگی۔ اس تجدید ایمان کے موقع پر ہر شخص کو متنبہ کر دیا جائے کہ یہ داخل

زندگی کے ایک نئے باب کا افتتاح ہے۔ جو کچھ تم اب تک تھے وہ اب نہیں رہے آج سے تم ایک پابندِ نظام مومن کی حیثیت سے اپنی زندگی شروع کر رہے ہو، آج سے تمہاری زندگی ایک با مقصد زندگی بن رہی ہے اور تم خدا اور مومنوں کو گواہ بنا رہے ہو کہ تمہاری تمام سعی و جہد اس مقصد کیلئے اس نظام کی پابندی میں صرف ہوگی۔

(۴) جو شخص جماعت میں داخل ہو اس کو تحریک اسلامی کے لٹریچر کا بیشتر حصہ پڑھوا دیا جائے، تاکہ وہ اس تحریک کے تمام پہلوؤں سے واقف ہو جائے اور تحریک کے ارکان میں ذہنی و عملی ہم آہنگی پیدا ہو سکے۔ اس معاملہ میں بھی کسی کے متعلق یہ فرض نہ کر لیا جائے کہ وہ تو پہلے ہی سب کچھ سمجھتا ہوگا۔ اگر اس مفروضہ پر ایسے لوگوں کی بڑی تعداد جماعت میں داخل کر لی گئی جو اس تحریک کے لٹریچر پر نظر نہ رکھتے ہوں تو اندیشہ ہے کہ جماعت کے ارکان ایک دوسرے سے متضاد باتیں اور متضاد حرکات کریں گے۔ جو لوگ تعلیم یافتہ نہ ہوں ان کو زبانی طور پر ضروری مطالب سمجھا دیئے جائیں اور تحریک کے مزاج کے مطابق ان کی ذہنیت تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس غرض کیلئے ہر مقامی جماعت میں کم از کم ایک دو ایسے آدمیوں کا رہنا ضروری ہے جنہوں نے خوب گہری نظر سے ہمارے لٹریچر کا مطالعہ کیا ہو۔

(۵) مقامی امراء اپنے حلقہ کے ارکان جماعت کی صلاحیتوں کا فرداً فرداً جائزہ لیں اور جو شخص جس کام کا اہل ہو اس کو وہی کام سپرد کریں اور برابر دیکھتے رہیں کہ وہ اپنے کار مفوضہ کو کس طرح انجام دیتا ہے۔ اس معاملہ میں ہر رکن جماعت کو خود بھی اپنی قوتوں اور قابلیتوں کا بے لاگ تخمینہ (بلا انکسار اور بلا مبالغہ) کرنا چاہئے اور اپنے امراء کو بتا دینا چاہئے کہ وہ کیا کام کر سکتا ہے اور کیا نہیں کر سکتا۔

(۶) ہر جگہ جہاں مقامی جماعت موجود ہو تمام ارکان جماعت کو جمعہ کے روز خواہ صبح یا شام، یا بعد نماز جمعہ ایک جا جمع ہونا چاہئے۔ اس اجتماع میں ہفتہ بھر کے کام کا جائزہ لیا جائے، آئندہ کام کے لئے باہمی مشورہ سے تجاویز سوچی جائیں، بیت المال کے حسابات دیکھے جائیں، اور تحریک کے لٹریچر کے متعلق کوئی نئی چیز شائع ہوئی ہو تو اس کا مطالعہ کیا جائے۔

(۷) جماعت کے ارکان کو قرآن اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیر صحابہ سے خاص شغف ہونا چاہئے۔ ان چیزوں کو بار بار زیادہ سے زیادہ گہری نظر سے پڑھا جائے اور محض عقیدت کی پیاس بجھانے کے لئے نہیں بلکہ ہدایت و رہنمائی

حاصل کرنے کے لئے پڑھا جائے جہاں ایسا کوئی آدمی موجود ہو جو قرآن کا درس دینے کی اہلیت رکھتا ہو وہاں درس قرآن شروع کر دیا جائے۔

(۸) اس تحریک کی جان دراصل تعلق باللہ ہے۔ اگر اللہ سے آپ کا تعلق کمزور ہو تو آپ حکومت الٰہیہ قائم کرنے اور کامیابی کے ساتھ چلانے کے اہل نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا فرض عبادات کے ماسوا نفل عبادات کا بھی التزام کیجئے۔ نفل نماز، نفل روزے، اور صدقات وہ چیزیں ہیں جو انسان میں خلوص پیدا کرتی ہیں، اور ان چیزوں کو زیادہ سے زیادہ اخفاء کے ساتھ کرنا چاہیے تاکہ ریا نہ پیدا ہو۔ نماز سمجھ کر پڑھیے اس طرح نہیں کہ ایک یاد کی ہوئی چیز کو آپ ان سے دُھرا رہے ہیں، بلکہ اس طرح کہ آپ خود اللہ سے کچھ عرض کر رہے ہیں۔ نماز پڑھتے وقت اپنے نفس کا جائزہ لیجئے کہ جن باتوں کا اقرار آپ عالم الغیب کے سامنے کر رہے ہیں کہیں آپ کا عمل اُن کے خلاف تو نہیں ہے اور آپکا اقرار جھوٹا تو نہیں ہے۔ اس محاسبہ نفس میں اپنی جو کوتاہیاں آپ کو محسوس ہوں اُن پر استغفار کیجئے اور آئندہ ان خامیوں کو رفع کرنے کی کوشش کیجئے۔ عبادات میں اس امر کا خیال رکھیئے کہ جس قدر عمل کی آپ دائماً پابندی کر سکتے ہوں بس اسی کا التزام کیا جائے۔ نیز یہ کہ اُن تمام مجاہدوں اور ریاضتوں اور مشاغل اور اوراد سے پرہیز کیا جائے جو احادیث صحیحہ سے ثابت نہ ہوں، اور احادیث کی صحت کے باب میں محدثین ہی سند ہو سکتے ہیں نہ کہ غیر محدثین، خواہ بجائے خود وہ کتنی ہی بڑی شخصیت کے بزرگ ہوں۔ زیادہ خطرناک بدعات وہ بری چیزیں نہیں ہیں جن کی برائی کو سب جانتے ہیں بلکہ وہ بظاہر اچھی چیزیں ہیں جن کو اچھا سمجھ کر شریعت میں اضافہ کر لیا جاتا ہے۔

(۹) جماعت کے ارکان کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ایک بہت بڑا دعویٰ لیکر بہت بڑے کام کے لیے اٹھ رہے ہیں۔ اگر ان کی سیرتیں اُن کے دعوے کی نسبت سے اس قدر پست ہوں کہ نمایاں طور پر اُن کی پستی محسوس ہوتی ہو تو وہ اپنے آپ کو اور اپنے دعوے کو مضحکہ بنا کر رکھدیں گے۔ اسلیے ہر شخص کو جو اس جماعت میں شامل ہو اپنی دوہری ذمہ داری محسوس کرنی چاہیے۔ خدا کے سامنے تو وہ بہرحال ذمہ دار ہے، اگر خلقِ خدا کے سامنے بھی اس کی ذمہ داری بہت سخت ہے۔ جس بستی میں بھی آپ لوگ موجود ہوں وہاں کی عام آبادی سے آپ کے اخلاق بلند تر

ہونے چاہئیں، بلکہ آپکو بلندیٔ اخلاق، پاکیزگیٔ سیرت اور دیانت و امانت میں ضرب المثل بن جانا چاہئے۔ آپ کی ایک معمولی لغزش نہ صرف جماعت کے دامن پر بلکہ اسلام کے دامن پر دھبہ لگائیگی اور آپ بہت سے لوگوں کیلئے سبب گمراہی بن جائینگے۔

(۱۰) جماعت کے ارکان کو ایسے تمام طریقوں سے پرہیز کرنا چاہئے جو ان کو مسلمانوں میں ایک فرقہ بنانے والے ہوں۔ اپنی نمازیں عام مسلمانوں سے الگ نہ پڑھیے، نمازمیں اپنی جماعت الگ نہ بنائیے۔ بحثیں اور مناظرے نہ کیجئے، جہاں تحقیق کیلئے نہیں بلکہ ضد اور مخالفت کی بنا پر اس تحریک کو معرض بحث میں لایا جائے وہاں صبر و ضبط سے کام لیجئے۔ خصوصاً جہاں میری ذات پر حملے کئے جائیں وہاں تو ہرگز مدافعت نہ کیجئے (میں نہ خود اپنی مدافعت کرتا ہوں اور نہ اپنے رفیقوں کو چاہتا ہوں کہ وہ اس فضول کام میں اپنا وقت اور اپنی قوتیں ضائع کریں)، البتہ جہاں کوئی شخص سنجیدگی سے طالب تحقیق ہو وہاں اپنی تائید میں استدلال کیا جا سکتا ہے، مگر جب بحث میں گرمی آتی محسوس ہو تو سلسلۂ بحث بند کر دیجئے کیونکہ مناظرہ وہ بلا ہے جس سے ہزار فتنے پیدا ہوتے ہیں اور کوئی ایک فتنہ بھی فرو نہیں ہوتا۔

(۱۱) تحریک اسلامی اپنا ایک خاص مزاج رکھتی ہے اور اس کا ایک مخصوص طریق کار ہے جس کے ساتھ دوسری تحریکوں کے طریقے کسی طرح جوڑ نہیں کھاتے۔ جو لوگ اب تک مختلف قومی تحریکوں میں حصہ لیتے رہے ہیں اور جن کی طبعیتیں انہی کے طریقوں سے مانوس رہی ہیں، انہیں اس جماعت میں آ کر اپنے آپ کو بہت کچھ بدلنا ہوگا۔ جلسے اور جلوس، جھنڈے اور نعرے، یونیفارم اور مظاہرے، ریزولیوشن اور ایڈریس، بے لگام تقریریں اور گرما گرم تحریریں، اور اس نوعیت کی تمام چیزیں اُن تحریکوں کی جان ہیں مگر اس تحریک کے لئے سم قاتل ہیں۔ یہاں کا طریق کار قرآن اور سیرت محمدی اور صحابہ کی سیرتوں سے سیکھیے اور اس کی عادت ڈالیے۔ آپکو زبان یا قلم یا مظاہروں سے عوام پر سحر نہیں کرنا ہے کہ انکی ریوڑ کے ریوڑ آپکے پیچھے آجائیں اور آپ انہیں ہانکتے پھریں۔ آپ کو ان میں حقیقت اسلامی کی معرفت پیدا کرنی ہے، عرفان حقیقت کے بعد ان میں یہ عزم پیدا کرنا ہے کہ اپنی انفرادی زندگی اور گردو پیش کی اجتماعی زندگی کو اس حقیقت کے مطابق بنائیں اور جو کچھ باطل ہو اس کو مٹانے میں جان و مال کی بازی لگا دیں۔ لوگوں کے اندر یہ گہری تبدیلی ساحری اور شاعری سے پیدا نہیں ہوا کرتی۔ آپ میں سے جو مقرر ہوں وہ پچھلے انداز

تقریر کو بدلیں اور ذمہ دار مومن کی طرح جچی تلی تقریر کی عادت ڈالیں۔ اور جو محرر ہیں انہیں بھی غیر ذمہ دارانہ انداز تحریر کو بدل کر اس آدمی کی سی تحریر اختیار کرنی چاہیے جو لکھتے وقت احساس رکھتا ہے کہ اسے اپنے ایک ایک لفظ کا حساب دینا ہے

(۱۲) اسلامی تحریک میں کام کرنے کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ آپکے گردوپیش جو ہنگامے دنیا طلب لوگوں نے برپا کر رکھے ہیں اور جن کا آپ کی تحریک کے نصب العین سے کوئی تعلق نہیں ہے ان سے آپ اس قدر بے تعلق ہو کر رہیں کہ گویا وہ آپکے لیے معدوم محض ہیں۔ آپ کو اسمبلیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں اور انکے الیکشنوں سے اور ہندو اور مسلمان اور سکھ وغیرہ قوموں کے نفسانی جھگڑوں سے، اور مختلف پارٹیوں اور مذہبی فرقوں اور مقامی قبیلوں اور برادریوں کے نزاعات سے بالکل کنارہ کش رہنا چاہیے۔ بالکل یکسو ہو کر اپنے نصب العین کے پیچھے لگ جائیے اور دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے ہونے دیجئے۔ جو عمل خدا کی راہ میں نہیں ہے اس میں مشغول ہو کر آپ اپنا وقت اور اپنی قوتیں ضائع کریں گے حالانکہ آپ کو اپنے وقت اور اپنی قوتوں کا حساب دینا ہے۔

(۱۳) اپنے مسلک کی تبلیغ میں حکمت اور موعظۂ حسنہ کو ملحوظ رکھیئے۔ حکمت یہ ہے کہ آپ مخاطب کی ذہنیت کو سمجھیں، اس کی غلط فہمی یا گمراہی کے اصل سبب کی تشخیص کریں اور اس کو ایسے طریقے سے تلقین کریں جو زیادہ سے زیادہ اس کے مناسب حال ہو، اور موعظۂ حسنہ یہ ہے کہ جس پر آپ تبلیغ کریں اس کے سامنے آپ اپنے آپ کو دشمن اور مخالف کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس کے بہی خواہ اور دردمند کی حیثیت سے پیش کریں اور ایسے باوقار، بلیغ اور شیریں انداز سے راہ راست کی طرف دعوت دیں جو کم سے کم تلخی پیدا کرنے والا ہو۔ اس کے ساتھ دو باتیں اور بھی ملحوظ رکھیئے۔ ایک یہ کہ جو شخص ہدایت سے اپنے آپ کو مستغنی سمجھتا ہو اور دنیا کی زندگی میں مست ہو اس کے پیچھے نہ پڑیے بلکہ جس میں یہ کیفیت نظر آئے اس سے اعراض کیجئے۔ دوسرے یہ کہ بے موقع تبلیغ نہ کیجئے۔ جب کوئی شخص یا کوئی گروہ دعوت الی الخیر سننے یا کسی نصیحت کو قبول کرنے کی موڈ میں نہ ہو اس وقت اسے دعوت نہ دیجئے، یا ایک وقت میں جتنی خوراک وہ قبول کر سکتا ہو اس سے زیادہ خوراک اس کے اندر اتارنے کی کوشش کرنا، یا تشدد، الحاح، زجر اور تلطف

دعوت طریقوں کو بے محل استعمال کرنا بجائے مفید اثر ڈالنے کے الٹا خراب اثر ڈالتا ہے۔ بعض لوگ کام کرنے کے جوش میں ان حدود کو نظر انداز کر جاتے ہیں، حالانکہ اسلام ایک حکیمانہ دین ہے اور اس کے مبلغ کو حکیم ہونا چاہیے۔

یہ ہدایات دینے کے بعد امیر جماعت اور اصحاب شوریٰ ایک الگ کمرے میں بیٹھ گئے اور ارکان جماعت کو علیحدہ علیحدہ بلا کر ہر ایک کے حالات اور صلاحیتوں کے لحاظ سے کام سپرد کیا، نیز جہاں جہاں مقامی جماعتیں بن چکی تھیں وہاں کے لئے امراء کا تقرر کیا۔

۵ شعبان:- کل کا بقیہ کام آج انجام دے کر اجتماع عام ختم کر دیا گیا۔ پھر امیر جماعت نے اصحاب شوریٰ کے مشورہ سے حسب ذیل امور طے کئے:-

۱۔ جماعت کے ارکان میں جو لوگ اہل قلم ہوں ان کو چاہیے کہ ملک کے اخبارات اور رسائل میں جماعت کے نظریہ کو پھیلانے اور جماعت کے متعلق جو غلط فہمیاں شائع ہو رہی ہیں ان کا سدباب کرنے کی باحسن طریق کوشش کریں۔

۲۔ جماعت کے ارکان کا اجتماع عام ہر سال کیا جائے جس کے لئے موسم اور دوسرے اعتبارات سے مارچ کا مہینہ موزوں رہے گا۔ اجتماع عام کے موقع پر جن لوگوں کو امیر جماعت مناسب سمجھے یا جن کے متعلق مقامی امراء سفارش کریں انہیں ایک مہینہ تک مرکز میں تربیت کے لئے روک لیا جائے گا۔

۳۔ جماعت کے چند منتخب ارکان جو ہر اعتبار سے جماعت کے مسلک کی بہترین ترجمانی کر سکتے ہوں، سال میں ایک مرتبہ وفد یا وفود کی شکل میں ملک کے مختلف حصوں کا دورہ کریں اور دعوت عام کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ ملک کے بڑے بڑے اداروں، کالجوں، یونیورسٹیوں، دینی مدرسوں اور انجمنوں میں نفوذ کی کوشش کریں۔

۴۔ طے ہوا تھا کہ ایک ہفتہ وار اخبار جماعت کی طرف سے جاری کیا جائے اور اس کے لئے عبد اللہ مصری صاحب نامزد بھی کر دیئے گئے تھے، لیکن اب نصر اللہ خاں صاحب عزیز کے شریک جماعت ہو جانے کی وجہ سے اس تجویز کو سردست عملی جامہ پہنانے کی ضرورت نہیں رہی۔ جماعت کی ضروریات کے لئے صاحب عزیز کا اخبار "مسلمان" (لاہور) اب کافی ہوگا۔